منتخب چشتی ملفوظاتی ادب میں مباحث برزخ کا تحقیقی مطالعہ

THE DISCUSSIONS ON THE BARZAKH IN HAGIOGRAPHICAL LITERATURE OF THE CHISHTIYYA: A CRITICAL STUDY

غلام عباس* / ڈاکٹر شیر علی**

Abstract:
The Sufi hagiographies contain various themes within their verbatim ranging from the spiritual, ethical, social, political and economical milieu of that period. The Chishti Sufis of Subcontinent particularly employed this genre for transmission of knowledge in subcontinent. There are verities of themes found in the hagiographies of these Sufis. Apparently these compositions are predominantly of ethical and spiritual nature but a reader can find the eschatological and theological themes. This paper particularly focuses on eschatological matters particularly their views on the Barzakh. It helps the reader to understand the worldview of the Chishti Sufis.
Keywords: Sufism, Chishti Sufi Order, Hagiographies, Theology, Eschatology, Barzakh

تصوف چمنِ اسلامی میں شجر حیات کی حیثیت رکھتا ہے اسی لئے تمدن اسلامی کے جو مظاہر بھی تاریخ کے خاکے پر ظاہر ہوتے ہیں ان کا رشتہ کسی نہ کسی طور تصوف سے استوار ہو تا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو تاریخ کے ہر مرحلے پر ایک ایسی معرفت نظر آتی ہے جو ارباب حال پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور پھر اس کے انعکاس سے مظاہرِ تہذیب کی ہیئت اور ان کی معنویت میں ایک نیا زاویہ پیدا ہو تا ہے بر صغیر پاک و ہند نے جو اپنی دنیا تخلیق کی اس میں بھی اس شجر حیات کے سارے عوامل استعمال ہوئے صوفیہ کا اس سر زمین کی طرف راغب ہونا اور ترویج دین کے لئے کوشاں ہونا اور فکری و معاشرتی اعتبار سے ہر گوشہ پر توجہ دینا اپنی مثال آپ ہے۔ تصوف کے تاریخی ادب میں عرب کو اگر دیکھا جائے تو وہاں تصانیف کا رجحان زیادہ ملتا ہے۔ صوفیاء کرام اپنی اپنی تصانیف میں اپنے افکار کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسے کہ کتاب اللمع، التعرف، رسالہ قشیریہ وغیرہ ہیں۔ متقدمین صوفیاء میں سھل بن عبد اللہ تستری کے شاگرد ابو بکر احمد الباری نے اپنے استاد کے اقوال اور تالیفات کو یکجا کیا ہے۔ بالکل اسی طرح کا اسلوب بر صغیر کے طبقہ صوفیہ میں ملتا ہے جہاں شیخ کے ملفوظات و اقوال کو مجلس بہ مجلس موضوعات کی صورت میں جمع کیا گیا۔ خصوصاً سلسلہ چشتیہ میں خواجہ عثمان ہارونی، خواجہ بختیار کاکی، فرید الدین گنج شکر، خواجہ

*پی ایچ ڈی اسکالر جی سی یونی ورسٹی، فیصل آباد
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی جی سی یونی ورسٹی، فیصل آباد

نظام الدین، خواجہ شمس الدین سیالوی اور سید مہر علی شاہ کے ملفوظات سے اس مقالہ میں استفادہ کیا گیا ہے۔ ویسے تو سلسلہ کے کئی اور صوفیاء بھی ہیں لیکن بطور خاص ان حضرات کی تبلیغ سے لاکھوں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ پنجاب میں خواجہ فرید الدین گنج شکر، خواجہ شمس الدین اور سید مہر علی شاہ کے ارادت مندوں کی خاصی تعداد ہے جو اس مقالہ کے مطالعہ سے اپنے خانوادہ کی اصل تعلیمات سے روشناس ہو سکیں گے۔

ملفوظات دراصل گراں قدر علمی سرمایہ ہیں۔ ان سے شیوخ کے تبحرِّ علمی، تبلیغی و اصلاحی جدوجہد اور معاشرتی تشکیل نو کی تمام حقیقتیں سامنے آجاتی ہیں۔ ایک ہی وقت میں شیوخ کے یہ ملفوظات، تاریخ، تمدن اور تہذیب کا مطالعہ دراصل ان کی تمام تر تبلیغی کوششوں اور افکار کی طرف ایک اہم قدم ہیں چشتی ملفوظات میں تاریخی، تمدنی اور معاشرتی موضوعات کے ساتھ ساتھ مباحثِ قرآنی، مباحث حدیث و سیرت، مباحث آخرت، مباحث تصوف، اصطلاحات تصوف اور دیگر عصری علوم جیسے فلسفہ، منطق اور فقہی مسائل کا حل عصری تناظر میں ملتا ہے۔ مقالہ ھذا میں چشتی ملفوظاتی ادب کے مباحثِ برزخ پر بحث کی جائے گی۔

عالمِ دنیا سے آخرت کی طرف پہلا قدم موت ہے۔ جب انسان پر موت طاری ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ مکمل طور پر فنا ہو گیا بلکہ وہ ایک نئے جہان میں منتقل ہوتا ہے۔ جس کے متعلقات قبر، نکیرین کے سوالات اور اعراف ہیں۔ ان تمام متعلقات کو عالم برزخ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد پاک ہے:

"حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ"(۱)

"شاید میں اچھے کام کروں اس دنیا میں دوبارہ جا کر جسے میں ایک بار چھوڑ آیا ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک (لغو) بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک آڑ ہے اس دن تک جب وہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔"

برزخ دو اشیاء کے درمیان وہ پردہ ہے جو غیر محسوس ہے جیسا کہ علامہ جرجانی فرماتے ہیں:

"البرزخ: هو الحائل بين الشيئين، ويعبر به عن عالم المثال، أعني الحاجز من الأجسام الكثيفة وعالم الأرواح المجردة."(۲)

"دو چیزوں کے درمیان پردہ کو برزخ کہتے ہیں اور عالم امثال بھی اسے کہتے ہیں عالم کثیفہ اور عالم ارواح مجردہ۔"

برزخ ایک غیر محسوس پردہ کا نام ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: عالم ارواح کے درمیان رکاوٹ یعنی دنیا اور آخرت۔

"بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ"[۳]

"ان دونوں میں سے ایک آڑ ہے کہ اس سے بڑھ نہیں سکتے۔ پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔"

اسی بات کو علامہ جرجانی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"البرزخ: العالم المشهور بين عالم المعاني المجردة، والأجسام المادية"[۴]

"وہ عالم مشہور جو معانی مجردہ اور اجسام مادی کے درمیان ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا"[۵]

"اور وہ ذات جس نے دو دریاؤں کو ملایا یہ میٹھا ہے پیاس کو بجھانے والا اور یہ کھاری ہے جو اور پیاس کو بڑھاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان پردہ کر دیا اور بند بند ھا ہوا ہے۔"

خواجہ عثمان ہارونی فرماتے ہیں کہ زاہدوں میں سے سب سے اچھا زاہد وہ ہے جو موت کو یاد رکھے ایسا شخص اپنی قبر میں جنت کا باغ دیکھے گا۔[۶]

آج ہم سب اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ اس دنیا میں ایک پل کا بھی یقین نہیں ہے اگر ہو بھی تو زیادہ سے زیادہ عمر سو سال ہو جائے گا جبکہ روز قیامت جب سوال ہو گا اے بندے بتا اس دنیا میں تم کتنی مدت رہے تو ہزار سال عمر والا انسان بھی (یوما او یوم) جواب عرض کرے گا۔ تو ہمیں اس دنیا کیلیے اتنی ہی دوڑ دھوپ کرنی چاہیے جتنی اس کی عمر ہے اور آخرت کیلیے جو نہ ختم ہونیوالی زندگی ہے تو خوب محنت اور کمائی کرنی چاہیے۔ وقت چلتی ریل ہے، گھنٹے، منٹ اور لمحے اس کے ڈبے اور ہمارے مشاغل اس کی سواریاں ہیں اگر ہماری زندگی پر مادی اور دنیاوی مشاغل نے قبضہ کر لیا تو اخروی تیاری کیلیے ہم بے بس ہو جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلیے ذلت ہمارا مقدر بن جائے گی۔ اس لیے اس مچھر کے پر سے بھی ذلیل دنیا میں جی نہ لگانا چاہیے خدا کو راضی کرنے اور اپنی آخرت سنوارنے کیلیے ہمیں بھرپور کوشش کرنی چاہیے اللہ کی رضا کی طلب میں دنیا کی ہر مصیبت کو اللہ والوں نے ہیچ سمجھا اور ہم لوگوں کے لیے درس عبرت چھوڑا کہ کبھی بھی دنیا کے نہ بنیں بلکہ دنیا سے دور رہیں گے تو دنیا ہماری غلامی کرے گی۔

برزخ میں احوال ارواح

ایک مرتبہ طبیب ملازم علی قریشی نے خواجہ شمس الدین سیالوی سے عرض کیا کہ موت کی حقیقت کیا ہے ؟تو فرمایا کہ انسانی روح نہیں مرتی۔" كل نفس ذائقة الموت" کے تحت جب روح وجود انسانی سے رخصت ہو جاتی ہے تو اسے مردہ کہتے ہیں روح در حقیقت ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہو جاتی ہے۔ (۷)

اس ملفوظ میں بھی عالم برزخ میں اولیا کرام کے جسم اور روح کے تعلق کو واضح کیا گیا ہے فنا جسم پر ہے روح پر نہیں فنا کا مطلب عدم محض نہیں بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونا ہے۔یعنی ایک حالت ختم ہو گی یہ اس کی فنا ہے دوسری حالت پیدا ہو جائے گی یہ اس کی بقا اور ارتقا ہے۔یہی اس ملفوظ کی روح ہے۔میت قبر پر آنے والے کو پہچانتی ہے یہاں تک کہ قبر پر جو پرندہ بیٹھتا ہے اس کی جنس بھی جانتی ہے-تو یہ سارا عمل روح کی وجہ سے ممکن ہے روح کو برزخ میں مثالی جسم عطا کیا جاتا ہے اور سابقہ جسم سے بھی تعلق قائم رہتا ہے۔اگرچہ میت کو کوئی درندہ کھا جائے یا جلا دیا جائے تب بھی عالم برزخ میں اسے عذاب و ثواب ہو گا۔قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ہم تو ان کی انگلیوں کے پورے درست کر دیں گے یعنی دنیا میں جو فنگر پرنٹس تھے آخرت میں جب انسان اٹھے گا تو وہی حال ہو گا۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ "(۸)

"زمین ان کے جسموں میں سے جو کچھ کھاتی ہے ان کا پورا ریکارڈ ہمارے پاس ایک کتاب میں محفوظ ہے۔"

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد بھی انسان کے جسم کے ساتھ روح کا تعلق باقی رہتا ہے۔ اس طرح اس ملفوظ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ ایسا عمل کرے کہ آخرت میں اس کے جسم اور روح کا تعلق آرام و آسائش والا ہو۔اذیت و عذاب والا نہ ہو۔اس مضمون کو قرآن مجید یوں بیان فرماتا ہے:

"لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ "(۹)

"کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کر لوں ہر گز ایسا نہیں ہو گا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔"

عالمِ برزخ میں کافروں کی ارواح یا تو مرگھٹ پر، قبر پر یا پہلی سے ساتویں زمین کے نیچے تک سجین میں۔ یہ ارواح آزاد نہیں بلکہ قید ہوتی ہیں۔مرنے کے بعد مسلمانوں کی روحیں قبر پر، زمزمہ پر، آسمان اور زمین کے درمیان، پہلے سے ساتویں آسمان تک اور بعض کی آسمان اور زمین کے درمیان قیام پزیر ہوتی ہیں کچھ روحیں

آسمانوں سے اوپر عرش کے نیچے قندیلوں میں، بعض کی اعلیٰ علیین میں۔ لیکن جہاں بھی ہوں ان کا تعلق جسم سے قائم رہتا ہے۔ روح مختلف مقامات تک جا سکتی ہے جیسے ایک پرندہ جو پنجرے سے آزاد کر دیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ الموت سے پہلے ارواح کو اپنے انجام کی خبر نہ تھی۔ اور نہ اللہ تعالی کے ارادہ کا علم تھا۔ اللہ تعالی نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ صور پھونکے اس کے نتیجے میں تمام ارواح ایک مقام پر اکٹھی ہو جائیں گی۔ اور ان پر شدید خوف طاری ہو گا عین وہ حالت ہو گی جو روز قیامت صور پھونکنے پر ہو گی۔ اس وقت رب ذوالجلال نے ارواح سے خطاب فرمایا:

"وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰي شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ"(۱۰)

"اور (اے محبوب) یاد کرو جب نکالا آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اور گواہ بنا دیا خود ان کو ان کے نفسوں پر (اور پوچھا) کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا رب ہے ہم نے گواہی دی (یہ اس لیے ہوا) کہ کہیں تم یہ نہ کہو روز حشر کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔"

مختلف ارواح نے مختلف انداز میں جواب دیا۔

سعادت مند ارواح نے انتہائی جلدی، مسرت اور کیف میں رب تعالی کی ربوبیت کا اقرار کیا۔ جیسے جیسے جواب دیا ویسے ہی ان کے مراتب کی تقسیم ہو گی۔ بدبخت لوگوں کی روحوں نے انتہائی بے چینی کا مظاہرہ کیا اور انتہائی بے بسی اور مجبوری کی حالت میں ربوبیت الہی کا اقرار کیا اس طرح دونوں جہان میں ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔ یوں سعید اور شقی کا فرق واضح ہو گیا۔ مومن اور کافر کی تقسیم ہو گئی۔ اس دن سے پہلے کوئی بھی روح برزخ میں کسی بھی مقام پر قیام کر سکتی تھی اور آزادانہ کسی بھی جگہ آ جا سکتی تھی لیکن اس دن ان کے رویہ اور جواب کے مطابق روح کا مقام مخصوص ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ کی روح مبارکہ کا خاص مقام اگرچہ وہی گنبد ہے تاہم آپ کی شان لاثانی اور اسرار روحانی کی برداشت کوئی مخلوق یا گنبد نہ رکھتا ہے اس لیے آپ ﷺ کی روح مبارکہ برزخ میں کسی ایک مخصوص مقام پر مستقل قیام نہیں فرماتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ برزخ ایک غیر محسوس پردے کا نام ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا۔ اور اُس عالم میں حیات کو حیات برزخی کہتے ہیں کیونکہ وہ ہم سے پردے میں ہے۔ یہ پردہ انسانی اعتبار سے ہے۔

موت

خواجہ محمد عثمان ہارونی کے ملفوظات میں درج ہے:

"موت کو یاد کرنا دن رات کے قیام اور عبادات فاضلہ سے بہتر ہے۔ زاہدوں میں سے سب سے افضل وہ ہے جو موت کو یاد رکھے اور ہمیشہ موت کی تیاری کرے۔"(۱۱)

صوفیائے کرام کے نزدیک موت کا مطلب ہلاکت نہیں بلکہ اپنے محبوب سے ملنے کا بہترین ذریعہ اور موقع ہے اس لیے قرآن حکیم نے موت کو مومنوں کے لیے خوشخبری اور بشارت کہا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ اللہ سے ڈرو تم اس سے ملنے والے ہو، یہ مومنوں کے لیے بڑی خوشخبری ہے۔ کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو تمام عبادات اور نیک اعمال کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب کا ذریعہ ہے موت تمام مادی پردوں کو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان سے ہٹا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موت کی یاد کو صوفیائے کرام نے سب سے افضل قرار دیا ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں:

"ایسا شخص جو مشائخ عظام اور علماء کرام کی موت پر نہیں روتا منافق ہے۔ دنیا میں مشائخ و علماء کی موت سے بڑھ کر کوئی حادثہ نہیں ان کی وفات پر زمین و آسمان سب روتے ہیں ایک فرشتہ ۷۰ دن تک روتا ہے۔ جو مومن ان کی وفات پر غمگین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ۱۰۰۰ مشائخ و علما کا ثواب عطا کرتا ہے۔"(۱۲)

یہ ملفوظ لفظی اعتبار سے جس قدر مختصر ہے معنوی لحاظ سے اتنا ہی گہرائی اور وسعت کا حامل ہے۔ یقیناً اللہ والوں کی زندگی میں ایسا وقت آسکتا ہے جب وہ ظاہری شریعت کی بجائے شریعت کی حقیقی روح کو سمجھتے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں حضرت خضر کے تینوں اعمال ظاہری لحاظ سے غلط تھے -البتہ شریعت کی حقیقی روح کے مطابق درست تھے۔ یا جس طرح حضرت موسیٰ کا ایک قبطی کو قتل کرنا شریعت کے قانون کے بظاہر خلاف تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی انہیں معاف فرما دیا اس طرح کی قرآنی مثالوں سے اس ملفوظ کی حقیقت اور شرعی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ ملفوظ دنیا اور آخرت کے درمیان بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز ایسا پل صراط ہے جس کو ظاہر پرست اور لفظی گورکھ دھندوں میں الجھے ہوئے لوگ کبھی بھی پار نہیں کرسکتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ "(۱۳)

"کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں یہ غور نہیں کیا۔"

خواجہ نظام الدین اولیاء کا فرمان ہے:

"دانا اور عقل مند وہ ہے جو سفر آخرت کے لیے تیاری کرلے اور اپنے ساتھ توشہ لے جائے۔"(۱۴)

بوقت موت دل میں جو وسوسے اور خطرات آتے ہیں ان میں خطرناک ترین دنیا کی محبت ہے موت کے وقت خاتمہ کفر پر ہونے کا خطرہ ہے اس کا بہترین حل یہ ہے کہ اس خواہش کو دنیا میں مغلوب کرتا رہے اس کے خلاف دنیا میں جہاد کرتا رہے تاکہ خاتمہ بالایمان ہو اس کے لیے اپنے آپ کو دنیا کی محبت سے آلودہ نہیں ہونے دینا چاہیے گناہ کم کر موت آسان ہو جائے گی۔

قبر

نبی ﷺ نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔"[(۱۵)] قبر کا منظر سب مناظر سے زیادہ ہولناک ہے۔[(۱۶)] قبر مردے سے یوں خطاب کرتی ہے کہ اگر تو نے زندگی خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت میں گزاری تو میں تیرے لیے مہربان ہوں اور تجھ پر رحم کروں گی۔ اور اگر تو نے زندگی نافرمانی میں صرف کر دی تو میں تیرے لیے دہشت کا گھر ہوں میرے اندر سے فرماں بردار خوش ہو کر نکلے گا اور نافرمان و گنہگار تباہ حال۔[(۱۷)]

ہر شخص کی زندگی مخصوص ہے اس میں نہ ایک پل کی زیادتی ہے اور نہ کمی جب مقررہ وقت پورا ہو جائے گا تو حکم خداوندی سے عزرائیلؑ روح قبض کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد پاک ہے:

"وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ"[(۱۸)]

"اگر لوگوں کے گناہ پر اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ رہتا لیکن وہ تو انھیں ایک وقت مقرر تک ڈھیل دیتا ہے جب ان کا وہ وقت آجاتا ہے تو وہ ایک ساعت نہ پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔"

اور اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

"قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ"[(۱۹)]

"کہہ دیجئے! کہ تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

مرنے والے کو دائیں بائیں جہاں تک نگاہ جاتی ہے فرشتے دکھائی دیتے ہیں مسلمانوں کو رحمت کے فرشتے اور کافر کو دائیں بائیں عذاب کے فرشتے نظر آتے ہیں۔[(۲۰)] اور ان پر انعام ہوتا ہے اور اہل نقصان میں سے ہر ایک کے لیے نقصان اعمال کے مطابق ہے اور ان پر عذاب ہوتا ہے اور اسی طرح حشر کے بعد۔[(۲۱)]

قبر انسان کو دن میں ستر بار یاد کرتی ہے ہم میں سے عقل مند وہ ہے جو قبر کو یاد رکھے حضور نبی کریم ﷺ قبر کے بارے میں اکثر اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے اس طرح خلفا راشدین قبر کا خیال دل میں لاتے ہوئے یوں گویا ہوتے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کاش میں گھاس کا تنکا ہوتا۔[۲۲]

امیر المومنین خلیفہ ثانی جناب عمر فاروق قطعی جنتی ہونے کے باوجود خوف خدا سے اس طرح لرزاں وترساں رہتے کہ ایک بار آپ نے ایک تنکا ہاتھ میں لے کر فرمایا کاش میں یہ تنکا ہوتا کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔[۲۳] تنبیہ الغافلین میں قبر اور انسان کے بارے میں یوں فرمایا گیا:

> "قبر روزانہ پانچ مرتبہ انسان کو اس طرح یاد کرتی ہے۔ اے انسان تو میری پیٹھ پر چلتا ہے حالا نکہ تو میرا ہے اور میرا پیٹ تیرا گھر ہے۔ اے انسان تو مجھ پر عمدہ کھانے کھاتا ہے عنقریب تجھے میرے اندر کیڑے کھائیں گے۔ اے انسان تو ہنستا پھرتا ہے حالانکہ جلد ہی میرے اندر آکر تجھے رونا پڑے گا۔ اے انسان تو گناہ کرتا ہے جب کہ جلد ہی تو میرے اندر آکر مبتلائے عذاب ہو گا۔"[۲۴]

انسان کو خواب غفلت سے جگانے کے لیے قبر کا وعظ بتایا گیا ہے کیونکہ یہ عارضی زندگی بہت جلد ختم ہونے والی ہے اور پھر دائمی زندگی کا آغاز ہو گا۔ تمام انسان وجنات کو اپنے اعمال کے مطابق برزخ میں رہنا ہو گا۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرنے والے اعلیٰ علیین جب کہ نافرمان سجین میں ہوں گے۔ جو انسان موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے اسے مرنے سے پہلے توبہ نصیب ہوتی ہے، تھوڑے مال پر قناعت اختیار کرتا ہے اور عبادت میں نشاط و سرور نصیب ہوتا ہے۔ اور قبر انسان کو ان نصیحتوں کے ذریعے خطاب کرتی ہے کہ اے خوبصورت لباس کے حریص، کفن کو نہ بھول، اے محلات کے شیدائی، قبر کے گڑھے کو نہ بھول اور اے عمدہ غذا کے دلدادہ، کیڑوں کی غذا بننا نہ بھول۔

قبر کا گوشہ گوشہ مردے سے گویا ہوتا ہے۔ جب مردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کا عمل اس کی بائیں ران کو حرکت دے کر کہتا ہے "میں تیرا عمل ہوں" میت پوچھتا ہے میرے اہل و عیال کہاں ہیں، میرے دنیاوی اعمال اور جاہ و جلال کہاں ہیں؟ عمل کہتا ہے "میرے سوا سب تیرا ساتھ چھوڑ گے ہیں۔ جو شخص قبر کا ذکر زیادہ کرتا ہے اس کے لیے قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور جو قبر کو بھول جائے اسکے لیے قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

سیدنا عمر بن عبد العزیز نے اپنے عزیز سے یوں خطاب فرمایا "بھائی موت کے خوف نے میرا سونا حرام کر دیا ہے میری نیند اچاٹ ہو گئی ہے میں رات بھر جاگنے اور اہل قبور کے بارے میں سوچتے گزارتا ہوں اگر تم تین دن دفن کے بعد مردے کو اس کی قبر میں دیکھو تو تمہیں اس سے وحشت ہونے لگے اگر تم اس کے جسم میں

کیڑے رینگتے دیکھو جو اس کے بدن کو کھا رہے ہوتے ہیں، سخت بدبودار پیپ جاری ہے، کفن پارہ پارہ ہو گیا ہے تو اس وقت ہماری ہائے ہائے نکل جائے۔ یہی مردہ عالم دنیا میں کتنا خوبصورت تھا اچھی خوشبو استعمال کرتا تھا، عمدہ لباس پہنتا تھا اور رنگ رنگ کے لذیذ کھانے تناول فرماتا تھا۔(۲۵)

ہم سب کو یہ یقین ہے کہ موت ایسی مخلوق ہے جو اچانک آ جائے گی اور اس نظریہ پر تمام اولاد آدم متفق ہیں کہ موت برحق ہے۔ لیکن اس حق کے بارے میں ہم کیا تیاری کر رہے ہیں۔ اگر رات کو لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے لائٹ بند ہو جائے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے، اندھیرا کاٹ کھاتا ہے یہ عارضی اندھیرا بجلی آنے پر غائب ہو جاتا ہے، کیا قبر کا اندھیرا ختم ہو گا؟ بجلی آجائے گی؟ وہاں روشنی رحمت خداوندی اور اعمال صالح کی ہو گی۔

ہم کس قدر بے عقل ہیں کہ تکالیف اور اندیشوں سے بھرپور موت کی تیاری سے یکسر غافل ہیں۔ دنیا میں ہم جن لوگوں سے یا جن چیزوں سے محبت کرتے ہیں کل مرنے کے بعد ان کی یاد تڑپائے گی۔ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ مرنے والے کو کلمہ طیبہ کی نصیحت کی جا رہی ہوتی ہے اور وہ دس گیارہ، دس گیارہ کی رٹ لگا رہا ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد مردے کی عقل سلامت رہتی ہے لہٰذا اس کو اپنے والدین بہن بھائی، بیوی بچے، دوست احباب، گاڑی بنگلہ، لباس، مکان، دوکان، عمدہ فرنیچر، نرم گداز بستر، کھیل کود، کھانے پینے کی چیزیں، عہدہ اور پر زور طریقے سے کمائے مال کی یاد ستاتی ہے۔ جتنا زیادہ آرائش واسائش میں زندگی گزارے گا اتنا ہی زیادہ اسے دنیا چھوڑنے کا غم ہو گا۔ اور اگر اس کے برعکس اس نے دنیا کو سرائے سمجھ کر مہمان بن کر گزارا ہو گا تو اس کے اپنے اس دائمی گھر میں سکون اور راحت میسر آئے گی۔

خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبرستان میں سے گزرتا ہے اور ہنستا ہے تو مردے کہتے ہیں اے غافل انسان جس کو ایک ایسا مقام درپیش ہو کہ اس کا حریف ملک الموت اس کے تعاقب میں ہو اس کا غمخوار دوست منوں مٹی تلے سانپوں اور بچھوؤں کے قبضہ میں ہو۔ جسے علم ہو کہ میں نے بھی ایک دن اس تنہائی کے گھر میں جانا ہے اسے ہنسی سے کیا کام۔(۲۶)

یہ ملفوظ تمثیلی اسلوب میں انسان کو غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ مردے بولنا شروع کر دیں لیکن اس ملفوظ میں زبان قال نہیں بلکہ زبان حال ہے۔ ویسے بھی احادیث مبارکہ میں جنازے میں یا قبرستان میں جا کر ہنسنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک بہت بڑا مقام عبرت ہے۔ اس لیے یہاں موت کی یاد اور دنیا کی جدائی کے تصور سے انسان کو غفلت کی ہنسی میں ڈوبنے کی بجائے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اس لیے زمانہ شرک سے باہر آنے کے بعد کچھ عرصہ کے لیے حضور ﷺ نے قبرستان جانے سے منع فرما دیا تھا لیکن جب توحید کی حقیقت اذہان و قلوب میں راسخ ہو گئی تو آپ ﷺ نے قبرستان جانے کی اجازت دی بلکہ خود بھی تشریف لے جاتے تھے۔ تا کہ قبرستان جانے سے آداب کا امت کو اعلیٰ نمونہ مل سکے۔ لہٰذا یہ ملفوظ انسان کو

اسی طرح موت کی یاد دلاتا ہے جس طرح احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کے ارشادات ہیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ چنانچہ یہ ملفوظ بہت بڑا درس ہے اس پر عمل کر کے انسان غفلتوں سے بچ سکتا ہے۔

اس ملفوظ میں خواجہ معین الدین اجمیری سامعین و قارئین کے دلوں میں خوف خدا اور فکر آخرت پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان ہنسنا مسکرانا قطعاً چھوڑ دے مطلب یہ ہے کہ جنازے میں، قبرستان میں اور عبادت کے دوران ہنسنا خلاف شریعت بھی ہے، خلاف عقل بھی اور خلاف انسانیت بھی۔ خواجہ بختیار کاکی اپنے ملفوظات میں قبرستان میں کھیل تماشہ میں مشغول لوگوں کو فرماتے ہیں:

"قبر میں تمہارا حسن و جمال خاک میں مل جائے گا، اس سے پہلے تم نے اپنے پیاروں کو اپنے ہاتھوں سے اس جگہ دفن کیا ہے، کتنا دل سوز منظر تھا آج تم سب رشتوں سے بے نیاز ہو کر یہاں مزے سے کھانے کھا رہے ہو اور لہو و لعب میں مشغول ہو اس پر ان سب نے توبہ کی اور معافی کے خواستگار ہوئے۔"(۲۷)

یہ ملفوظ بھی انسان کو موت جیسی سخت حقیقت اور آخرت جیسے خوفناک ماحول کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور جن لذتوں گناہوں اور بد اعمال کی وجہ سے انسان دوسروں کو دفنا کر اپنی تدفین سے غافل ہوتا ہے۔ دراصل یہ ملفوظ اسی غفلت کا اعلان کر رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ مومن کا جسم تو دنیا میں رہے لیکن دل اس کا آخرت کی تیاری میں مشغول رہے۔ اس طرح ایمان اور روحانی تقاضے مادی تقاضوں پر غالب آ جائیں گے۔ آخرت کی تیاری شروع ہو جائے گی اور انسان نہ تو دنیا سے کنارہ کش ہو گا اور نہ ہی آخرت سے غافل ہو گا۔ بلکہ ایسا انسان دوسرے لوگوں کے لیے اعلیٰ نمونہ اور مثال بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس ملفوظ میں نصیحت کی گئی ہے کہ قبرستان کا تقدس پامال نہ کرنا چاہیے بلکہ قبور کی زیارت کو جانا چاہیے تاکہ مرحومین کے لیے ہم ذکر و درود پڑھ کر سامان فرحت مہیا کریں دوسرے یہ کہ خود کو آخرت کے لیے تیار کریں۔ کہ کل یہ گئے، اب ہماری باری ہے۔ موت اٹل ہے۔ جس طرح انسان کا رزق اسے ڈھونڈتا ہے آدمی جہاں بھی جاتا ہے اس کا رزق اس کے ساتھ جاتا ہے کوئی بندہ اپنا مقسوم دانہ پانی کھائے پیئے بغیر نہیں مرتا۔ عین اسی طرح موت بھی بندہ کو ڈھونڈتی ہے بندہ چاہے سات سمندر دور کیوں نہ چلا جائے کسی بکتر بند کمرہ میں بند کیوں نہ ہو جائے موت سے فرار نہیں ہو سکتا۔

جس وقت اور جس جگہ موت آنی ہو رب کی حکمت سے مرنے والا اس وقت اس جگہ کسی نہ کسی بہانے پہنچ جاتا ہے۔ ایک بزرگ 40 سال خوف خدا سے روتے رہے۔ جب بھی اسے موت یاد آتی تو بید کے پتے کی طرح کانپتے اور بے ہوش ہو جاتے جب ہوش آتا تو زبان پر یہ آیت مبارکہ جاری ہوتی:

"اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ "(۲۸)

"یقیناً نیک لوگ (جنت کے عیش و آرام اور) نعمتوں میں ہوں گے۔ اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔"

لذتوں میں رخنہ ڈالنے والی اور جانوں کو مٹانے والی موت کو یاد کرو ہمیشہ موت کو یاد رکھنا چاہیے اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔(۲۹) امام غزالی فرماتے ہیں:

" یہ انکشاف جان نکلتے ہی تدفین سے پہلے ہو جاتا ہے اور وہ فانی دنیا کی جن جن نعمتوں پر مطمئن تھا ان کی جدائی کی آگ اس کے اندر شعلہ زن ہوتی ہے۔"(۳۰)

خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے خوف خدا کا اندازہ اس ملفوظ سے لگانا بہت آسان ہے۔ جب قرآن مجید کی آیات کی تلاوت فرماتے تو بے ہوش ہو جاتے۔

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ "(۳۱)

"میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔"

اور ہم نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے صرف کھیل ہی نہیں بنایا بلکہ حق پر پیدا کیا ہے۔ مگر ان میں سے بہت سے اس بات کو نہیں جانتے، قیامت کا دن ان کا وعدہ ہے وہ ایک ایسا دن ہے جب کہ نہ کوئی کسی کو مدد دے سکے گا، بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور رحم کرنے والا ہے۔ ہمیں ہمیشہ اطاعت خدا اور رسول کو مقدم سمجھنا چاہیے کیونکہ نیک اعمال کرنے سے ہ اللہ تعالی اور رسول ﷺ اور ہمارے آباؤ اجداد خوش ہوتے ہیں۔ جلال الدین سیوطیؒ ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ تمہارے والدین کی ارواح ہر پیر اور جمعرات کو باذن الٰہی گھر آتی ہیں اگر اولاد نیک کاموں میں مصروف ہو تو خوش اور اگر برے اعمال کر رہی ہو تو غمزدہ ہو کر واپس جاتی ہیں۔(۳۲) پیر مہر علی بیان کرتے ہیں:

"اولیاء کرام اللہ کے پر خلوص عاشق ہیں ان کی نظر میں دنیا کی کوئی نعمت یا آزمائش کی کوئی قدر نہیں ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔"(۳۳)

یہ ملفوظ معرفت الٰہی، قربت حق اور روحانیت کی اعلیٰ کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ اہل اللہ کا اصل مقصد مخلوق سے کٹ کر اللہ سے جڑنا ہے اور جنت دوزخ دونوں مخلوق ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں پیدا کیا ہے اور اللہ کے سچے دوست اور ولی کبھی بھی مخلوق کو خالق کے مقابلے میں ترجیح نہیں دیتے۔ قرآن حکیم میں جہاں یہ فرمایا کہ کہ جو آدمی جہنم سے بچ کر جنت میں داخل ہوا یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا کہ جنت دوزخ سے بڑھ کر چیز اللہ کی رضا ہے۔

اس ملفوظ میں ایک ولی نے اللہ کی رضا اور وصلِ حق کو جنت پر ترجیح دی۔ اخلاص یہ ہے کہ آخرت کے واسطے دنیا کو چھوڑ دو اور اللہ کے واسطے آخرت کو بھی چھوڑ دو۔ چنانچہ یہ ولایت حق کا وہ اعلیٰ مقام ہے کہ جس کو عام نیک لوگ اور ظاہر پرست محسوس ہی نہیں کرتے۔ یہ معرفت حقہ، معرفت قربت حق اور واصل حق کا وہ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے اخص الخواص کو عطا کرتے ہیں۔

قبر میں کام آنے والے اعمال

راحت القلوب میں درج ہے کہ اولیا اللہ امت محمدی ﷺ کو زیادہ ثواب کی ترغیب دیتے ہیں تا کہ وہ بار گاہ خداوندی میں سر بسجود ہو جائیں جب اس ماحول میں رچ بس جائیں گے تو ایک دن گناہوں سے نفرت اور اللہ سے محبت پیدا ہو جائے گی۔ روزانہ سورۃ ملک رات کو پڑھنے سے قاری فتنہ قبر سے محفوظ رہتا ہے، نکیرین کے سوالات میں آسانی ہو گی۔ اور عذاب قبر سے بچ جائے گا۔ اسے سورۃ ماثور بھی کہتے ہیں۔[۳۴] خواجہ فرید الدین مسلمانوں کو اس پیارے انداز میں عمل کی ترغیب دیتے ہیں کہ جب رات ہوتی ہے تو ایک فرشتہ کعبہ کی چھت پر اعلان کرتا ہے کہ اے بندگان خدا خصوصاً امت مصطفیٰ ﷺ تمہیں اللہ تعالیٰ نے رات عطا فرمائی ہے اور ایک رات تمہیں درپیش ہے یعنی قبر کی پہلی رات پس اس رات کے لیے کچھ ذخیرہ کر لو۔ ہر نماز مغرب کے بعد دو رکعت اس طرح اس پڑھو کہ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پانچ بار پڑھو۔[۳۵] بدرالدین اسحاق لکھتے ہیں:

"اے درویش چون حافظ کلام اللہ نقل سکینہ جان اور در قندیل نور میکنند و نزدیک عرش می آورد ندو ہر روز ہزار بار انوار تجلی برو میکنند"[۳۶]

جب حافظ قرآن فوت ہوتا ہے تو اس کی روح نوری فانوس میں ڈال کر فرشتے عرش کے قریب لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر روز ایک ہزار تجلی کا تحفہ ملتا ہے۔

آپ جب آخرت کا بیان فرماتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے آپ کی آنکھوں میں آگ بھڑک رہی ہو۔ اس حالت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا اگر میرا اللہ میرے اعمال قبول نہ فرمائے اور مجھ پر غضب فرماتے ہوئے کہہ دیا جائے میں تمہیں نہیں بخشتا تو میرا کیا بنے گا۔[۳۷] خواجہ فرید گنج شکر نے راحت القلوب میں فرمایا:

"ایک شخص سے حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا ایک عمل کرو عذاب قبر سے نہ ڈرو گے رات کو دو رکعت نماز ادا کرو اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص پانچ بار پڑھو نکیرین سے امن پاؤ گے گا اور کامیاب ہو گے۔"[۳۸]

نماز اللہ کی قربت کا ذریعہ ہے خصوصاً نوافل کی ادئیگی انسان کو اللہ کی قربت اور معرفت عطا کرتی ہے اور اس ملفوظ میں کوئی چیز بھی خلاف سنت نہیں اس لیے اس کا اہتمام کرنا چاہیے تا کہ عذاب قبر سے آدمی محفوظ رہ

سکے یہ نوافل اور عبادت اسی وقت موثر ہو سکتے ہیں جب تک ان کے اثرات کو زائل نہ کیا جائے۔ رزق حرام جھوٹ بدعت اور شرک سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اس لیے عبادات کے اہتمام کے ساتھ ساتھ گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے۔ یہی اس ملفوظ کی بنیادی تعلیم ہے۔

ایک نوجوان قبر میں بہت خوبصورت، خوش خرم جنتی نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہا تھا اس نے بتایا کہ عاشورہ کے روز ۶ رکعت نماز نفل ادا کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔(۳۹)

خواجہ نظام الدین اولیاء نے انسان خصوصاً مسلمان کو عمل کی ترغیب یوں دی کہ جب رات ہوتی ہے ایک فرشتہ کعبہ کی چھت پر اعلان کرتا ہے اے بندگانِ خدا خصوصاً امت مصطفی ﷺ تمہیں اللہ تعالی نے رات عنایت فرمائی ایک رات تمہیں پیش ہے یعنی قبر کی پہلی رات پس اس رات کیلیے کچھ ذخیرہ کر لو اور کچھ کام کرو شام کی نماز کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھو ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ الکافرون ۵ بار پڑھو۔ جو شخص عصر کی نماز کے بعد سورۃ النازعات کی تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبر میں نہیں چھوڑتا مگر ایک نماز کی مقدار پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا جو شخص قبر میں نہیں رہتا اس کی حالت کیا ہوتی ہے؟ فرمایا جب روح کمال کو پہنچ جاتی ہے تو قالب کو کھینچ لیتی ہے۔(۴۰)

قبر مومن کے لیے آرام گاہ ہے جیسے بچہ اپنی ماں کی گود میں راحت محسوس کرتا ہے جب کہ کافر کے لیے قبر اس زور سے دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں بھینچ جاتی ہیں۔

احوالِ آخرت میں انسان کی سب سے پہلی منزل قبر ہے۔ صوفیا کرام نے احوالِ قبر کو اس احسن انداز میں بیان کیا ہے کہ انسان اپنی آخرت سنوارنے کی طرف راغب ہو۔

عذاب قبر

حضور نبی کریم ﷺ محبوب خدا ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر کے بارے میں پناہ طلب کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور عذاب قبر سے خلاصی کی دعا نہ مانگی ہو۔

جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو صبح و شام اس پر اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اگر نیک تھا تو جنت کے نظارے دکھائے جاتے ہیں اور اگر اہل جہنم میں سے ہے تو جہنم پیش کی جاتی ہے۔ بعض معتزلہ عذاب قبر کے قائل نہ ہیں۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ قرآن میں اس کا ذکر نہ ہے اگر ان کی دل کی آنکھیں کھل جائیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ قرآن میں بعد از موت، قبل از قیامت ارواح انسانی کے عذاب و ثواب کا بیان موجود ہے۔ ایک نہیں متعدد مقامات پر ذکر ہے۔

آج ہم کس خواب غفلت کا شکار ہیں ہم جو گناہوں بھری زندگی گزار رہے ہیں ہم یہ جانتے بھی نہیں کہ مرنے کے بعد کس قدر دردناک عذاب در پیش ہو گا۔ مردہ قبر میں سب کچھ دیکھ، سن اور سمجھ رہا ہوتا ہے لیکن اس وقت وہ بے بس ہوتا ہے اور کچھ کر نہیں سکتا۔ اسرار الاولیا میں درج ہے:

"بنی اسرائیل بود پانصد سال مر خدا ایے راعبادت کردہ بود بعد ازاں چوں آں زاہد نکل کرد اورادر خواب دید نذر طوق آتشیں آں زاہد اورا گردن کردہ اند و تختہ بند آتشیں درے پا اونہادند گرد بر گرد او آتش در آمد دمی سوزو مو فرشتگان عمود آتشیں بروست گرفتہ استادہ اند ہر بارک بروی زنند گردمی گرد انند واو فریاد میکنند توبہ کردن گاہ سوال کردند کہ تو مردی زاہد بودی و چندیں سال خدائے راعبادت کردہ چہ حالست کہ ترا عذاب می کنند گفت ای مسلمانان ایں جملہ طاعت من کہ در من و بدید ہمہ ریائی بود ظاہر از برائے نمودار خلق مے کردم"(۴۱)

اسرائیل کا ایک عابد وزاہد جو 500 سال تک مشغول عبادت رہا۔ بعد از وفات اسے خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ آگ کے طوق اسے پہنائے گئے ہیں اور آگ کی بیڑیاں اس کے پاؤں میں لگی ہوئی ہیں۔ وہ آگ میں چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے۔ مزید یہ کہ فرشتے اسے گرز مارتے ہیں۔ اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا کہ میں ریاکاری سے عبادت کیا کرتا تھا۔ دنیا کی محبت دل میں تھی اس لیے رب تعالیٰ نے میری عبادت میرے منہ پر دے ماری۔ اور عذاب کا حکم دے دیا۔

متکلمین برزخ کی کیفیت، فلسفیانہ اسباب و علل اور عذاب و ثواب پر عقلی دلائل قائم کرتے ہیں جبکہ صوفیاء اکرام موتوا قبل عن تموتوا کے مصداق ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کو آخرت کے لئے اور آخرت کو ذات الٰہی کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ ان کا مقصد حیات مخلوق خدا کو اطاعت الٰہی ورسول کی ترغیب دینا اور قبر وآخرت کی تیاری کے لئے راغب کرنا ہے۔

حاصل بحث

صوفیاء کرام انسانوں کی خیر خواہی کو اپنا منشور سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ملفوظات میں عارضی دنیا سے بیزاری اور آخرت والی نہ ختم ہونے والی زندگی کے لئے تیاری پر زور دیا ہے صوفیاء کرام نے انبیاء کرام، اہل بیت عظام، صحابہ کرام اور سلف صالحین کے دل دہلا دینے والے واقعات پیش کئے ہیں جن کو پڑھ کر انسان کو دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ جو کہ انسان کی کامیابی کا ضامن ہے۔ برزخ آخرت کی منازل میں پہلی منزل ہے جو اس میں کامیاب ہو گیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیاب ہو گیا۔ اللہ تعالی انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اس لئے آخرت کی زندگی پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ برزخ کے حالات اللہ تعالی نے بہت کم بیان فرمائے

ہیں جب کہ جنت کی قرآن وحدیث میں بڑی تشریح بیان ہوئی ہے۔ برزخ کی زندگی نیکوکاروں کے لئے جنت اور بدکاروں کے لئے جہنم کے مثل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ المؤمنون:۹۹۔۱۰۰

۲۔ جرجانی، علی بن محمد(۷۴۰/۸۱۶ھ = ۱۳۴۰/ ۱۴۱۳ء)، کتاب التعریفات، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۸۳ء، ۱/۴۵

۳۔ الرحمٰن:۲۰۔۲۱

۴۔ التعریفات، ۱/۴۴

۵۔ الفرقان:۵۳

۶۔ اجمیری معین الدین(536/633ھ= 1142/ 1236ء)، انیس الارواح(ملفوظات ہارونی محمد عثمان) لکھنؤ، مطبوعہ منشی نول کشور، س-ن، ص: ۳۷

۷۔ سید محمد سعید، مراۃ العاشقین، سیالوی شمس الدین خواجہ (1214/1300ھ= 1799/ 1883ء)، لاہور، سیرت فاءنڈیشن، ۲۰۰۶ء، ص: ۲۱۴

۸۔ ق:۴

۹۔ المؤمنون:۱۰۰

۱۰۔ الاعراف:۱۷۲

۱۱۔ اجمیری معین الدین(536/633ھ= 1142/ 1236ء)، انیس الارواح(ملفوظات ہارونی محمد عثمان) لکھنؤ، مطبوعہ منشی نول کشور، س ن، م۲۳، ص۳۷

۱۲۔ امیر خسرو(1253/1325ھ=)، افضل الفوائد(ملفوظات اولیاء، نظام الدین) دہلی، مکتبہ رضویہ ۱۳۰۴ھ ص۱۷

۱۳۔ روم:۸

۱۴۔ افضل الفوائد (ملفوظات اولیاء، نظام الدین)، ص۴۰

۱۵۔ المنذری، عبدالعظیم بن عبدالقوی (581/656ھ= 1185/ 1258ء)، الترغیب والترہیب، مصر، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۸۸ھ، ج۴، ص۱۱۸

۱۶۔ ترمذی محمد بن عیسیٰ(209/279ھ= 824/ 892ء)، سنن ترمذی، بیروت، دارا لکتب، ۱۴۰۴ھ، ج۴، ص۱۸۸

۱۷۔ سیوطی جلال الدین(849/911ھ= 1445/ 1505ء) ،شرح الصدور ، بیروت،دار لکتب۱۴۰۶ھ ص۱۱۸-۱۱۹

۱۸۔ النحل:۶۱

۱۹۔ السجدہ:۱۱

۲۰۔ احمد بن حنبل(164/241ھ= 780/ 855ء)، مسند امام احمد بن حنبل، بیروت، دارالفکر، ۱۴۱۲ھ ج۶، رقم ۱۸۵۵۹

۲۱۔ رکن الدین، لطائف قدوسی، ملفوظات عبدالقدوس گنگوہی، دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۱۱ھ ص۲۰۴-۲۰۵

۲۲۔ غزالی حامد بن محمد(450/505ھ= 1058/ 1111ء)، احیاالعلوم، بیروت، دار لکتب، ۱۹۹۳ج۴، ص۱۵۶

۲۳۔ ایضا، ج۴، ص۱۵۶

۲۴۔ ابواللیث، نصر بن محمد، (?/375ھ= ?/ 985ء)، تنبیہ الغافلین، بیروت، دارالفکر، ۱۴۱۲ھ، ج۲، ص۵۱

۲۵۔ اصفہانی، احمد بن عبداللہ (947/?ھ = 1038/?ء)، حلیۃ الأولیاء و طبقات الأصفیاء، بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۴۰۹ھ، ۱/۶۰

۲۶۔ انیس الارواح (ملفوظات ہارونی محمد عثمان)، م ۲۲، ص ۳۷

۲۷۔ بختیار کاکی قطب الدین(1173/ 1235ء)، دلیل العارفین، (ملفوظات معین الدین اجمیری) دہلی، مطبع مجتبائی ۱۳۰۹ھ م۴، ص۱۷

۲۸۔ الانفطار:۱۳۔۱۴

۲۹۔ بدرالدین اسحاق(601/670ھ=) ، اسرار اولیاء (ملفوظات فرید الدین) دہلی، مطبوعہ چرنجی لال ایڈیشن ۱۴۰۰ھ ص۵۷

۳۰۔ احیاء العلوم، ج۴، ص۴۲۰

۳۱۔ الذاریات:۵۶

۳۲۔ شرح الصدور، ص۱۱۶

۳۳۔ گولڑوی مہر علی شاہ(1859/ 1937ء)، ملفوظات مہریہ، لاہور، منہاج پرنٹرز، ۱۳۹۰ھ، ص۱۳۰

۳۴۔ نظام الدین اولیا (636/725ھ= 1237/ 1324ء)، راحت القلوب (ملفوظات فرید الدین خواجہ) دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۲۶۰، ص۳۰

۳۵۔ ایضا ۵۴

۳۶۔ اسرار اولیاء(ملفوظات فرید الدین)، ص۳۱

۳۷۔ احیاالعلوم، ۱۹۹۳ص۱۰۷

۳۸۔ راحت القلوب (ملفوظات فرید الدین خواجہ)، ص۵۳

۳۹۔ ایضا، ص ۶۴

۴۰۔ سجزی حسن خواجہ (1142/ 1236ء)، فوائد الفواد، (ملفوظات اولیاء نظام الدین، دہلی، نول کشور، ۱۲۳۰ھ مجلس ۱۳ص ۱۳۹

۴۱۔ اسرار اولیاء (ملفوظات فرید الدین)، ص ۱۱